گوشہ فقہاء

ملا جیون اور ان کی التفسیرات الاحمدیہ

پروفیسر محمد الیاس اعظمی

التفسیرات الاحمدیہ برصغیر میں علم الاحکام پر لکھی جانے والی قدیم عربی فقہی تفسیر ہے، یہ تفسیر اپنے اسلوب نگارش اور مباحث علمی کے اعتبار سے ایک بلند پایہ کتاب ہے جس کی مقبولیت اور شہرت حدود ہند سے نکل کر عرب تک پہنچی ہے۔ اپنے علم وفن میں نادر روزگار اس صحیفہء علمی کے فاضل مصنف ملا جیونؒ کے احوال حیات اور آثار علمی کا تذکرہ آئندہ سطور میں پیش کیا جاتا ہے۔

خاندانی پس منظر:

آپ کا اصلی نام احمد ہے مگر ملا جیون کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا خاندان اودھ کا ایک قدیم علمی خاندان تھا، جس میں علم وفضل اور زہد وتقوی کا سلسلہ پشت در پشت چلتا آرہا تھا۔ آپ کے والدگرامی کے تقوی اور پرہیزگاری سے متعلق بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

بقول عارف اعظمی عمری:

" ملا جیون کے والد ملا ابوسعید (م ۱۰۵۷ھ/۱۰۳۱ھ) متقی اور پرہیزگار عالم تھے، راستہ چلتے ہوئے اپنے چہرہ کو رومال سے ڈھکے رکھتے تھے کہ کسی غیرمحرم پر نگاہ نہ پڑ جائے تقوی کا حال یہ تھا کہ استنجا کے کلوخ بھی کسی دوسرے کی زمین سے مالک کی اجازت کے بغیر نہیں اٹھاتے تھے، اکثر روزہ سے رہتے تھے۔ اور ہمیشہ درس وتدریس میں مشغول رہا کرتے تھے۔ (1)"

نام ونسب:

مشہور تذکرہ نویس مولوی رحمان علی نے آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا ہے۔

" نام احمد ابن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق بن خاصہ الصدیقی نسباً الحنفی مذہباً المکی اصلا الصالحی بطناً الامیٹھوی مولداً۔ (2)"

" آپ کا نام احمد بن ابوسعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق بن خاصہ تھا نسباً صدیقی، مذہباً حنفی، اصلاً مکی، بطناً صالحی اور مولداً امیٹھوی تھے "

امیٹھی لکھنؤ کے مضافات کے ایک مشہور قصبہ کا نام ہے۔(3)
البتہ ملا جیونؒ نے خود اپنی تفسیر کے آخر میں خاتمۃ المولف میں اپنا شجرہ نسب یوں لکھا ہے۔
یقول الفقیر الی اللہ الغنی احمد المدعو بملا جیون ابن ابی سعید بن عبید اللہ بن عبد الرزاق بن خاصہ خدا الحنفی المکی الصالحی ثم الھندی الکنوی۔(4)
آپ نے اپنے خاندان کے مورث اعلیٰ کے نام کے ساتھ اضافہ کرتے ہوئے اسے ''خاصہ خدا'' بتایا ہے۔

ولادت:

''ملا جیون ۲۵ شعبان المعظم ۱۰۴۷ھ کو مردم خیز خطہ امیٹھی میں پیدا ہوئے۔(5)''

تعلیم و تربیت:

ملا جیونؒ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں ہر طرف علم و عرفان کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ سارے کا سارا خاندان اہل فضل و کمال سے بھرا ہوا تھا۔ اس لیے آپ نے بھی تعلیم و تعلم کا آغاز اپنے ہی گھر میں اپنے والد گرامی سے کیا۔
چنانچہ اپنی ابتدائی تعلیم سے متعلق خود لکھتے ہیں:
"سات سال کی عمر میں والد کی صحبت میں رہ کر قرآن مجید کا حافظ ہو گیا۔ اس کم عمری میں باوجود یہ کہ دیگر قواعد تہجی اور اعراب سے واقفیت نہ تھی۔ اللہ کے فضل سے پورا قرآن مجید الفاظ و معانی کے ساتھ یاد ہو گیا تھا۔ یہی حال دوسرے علوم وفنون کی کتابوں کا بھی تھا۔ گو ان کے مطالعہ میں تقدیم و تاخیر کی رعایت ملحوظ نہ تھی، پھر بھی بفضلہ ہر کتاب کا مفہوم سمجھ لیتا تھا۔(6)''

ملا جیون کے اساتذہ:

ملا جیونؒ نے ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی اس لیے خاندانی روایت کے مطابق سب سے پہلے انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن قنوجی لکھتے ہیں:
حفظ القرآن وتنقل فی قصبات جورب واخذ العلوم الدرسیۃ من علمائھا۔(7)
"انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا اور پورب کے قصبات کا سفر کر کے وہاں کے علماء سے علوم درسیہ

حاصل کیے۔"

اپنے والد گرامی کے علاوہ جن اہل علم وکمال سے اکتساب فیض کیا ان میں درج ذیل علماء کے نام شامل ہیں۔

۱۔شیخ محمد صادق سترکھی ۲۔مولانا لطف اللہ کوڑہ جہاں آبادی

۳۔مفتی محمد سعید الحسینی لکھنوی

ملا جیونؒ کے اساتذہ کے تفصیلی حالات تو پردہ اخفاء میں ہیں۔اس لیے نہ تو زیادہ نام تاریخ میں ملتے ہیں اور نہ ان کے حالات میسر ہیں۔البتہ ان کے والد گرامی کے علاوہ ملا جیونؒ کے صرف دو اساتذہ کے نام ملتے ہیں گویا کہ تین اساتذہ کے متعلق جو نامکمل معلومات میسر ہوسکیں وہ درج ذیل ہیں:

علامہ ابوسعید امیٹھوی:

فقہاء ہند کے مصنف محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں۔

"الشیخ علامہ احمد بن سعید امیٹھوی بہت بڑے عالم اور ہندوستان کی مشہور شخصیت ہیں۔علم وفضل کی گود میں تربیت پائی اور اپنے والد محترم کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔حافظہ اس قدر تیز تھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔پھر کتب درسیہ کی تقدیم وتاخیر کا لحاظ کیے بغیر حصول علم میں مشغول ہو گئے۔۳۱ سال کی عمر کو پہنچے تو والد فوت ہو گئے۔(8)"

ابوسعید امیٹھوی اپنے دور کے بہت بڑے عالم، عظیم فقیہ اور بلند رتبہ صوفی تھے جن کا حلقہ درس بڑا وسیع تھا چنانچہ دور دراز سے تشگان علم وقت کے اس عظیم ماہر استاد اور مربی کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی علمی تشنگی کو دور کرنے کا سامان کرتے تھے۔الابن سرّ لابیہک مطابق ملا جیونؒ کی ذہانت وفطانت اور علمی ثقاہت وفقہی تفوق سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ ان کے اولین استاد اور مربی والد گرامی کس رتبہ کے عالم وفاضل ہوں گے کہ جن کے فیض صحبت سے اکتساب کرنے والا شاگرد صرف سولہ سال کی عمر میں جب کہ وہ ابھی خود علوم دینیہ کا باقاعدہ طالب علم تھے التفسیرات الاحمدیہ لکھ کر اہل علم وفضل اور اصحاب کمال سے داد کا مستحق قرار پاتا ہے۔اور ۲۲ سال کی عمر میں اس پہ نظر ثانی کر کے برصغیر میں علم الاحکام کے سے حوالے پہلی مکمل عربی تفسیر کا مفسر ہونے کا شرف واعزاز پاتا ہے۔

شیخ محمد صادق سترکھی:

تحصیل علم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔مگران کا شوق علم اس قدر بڑا ہوتھا کہ باپ کی جدائی کا صدمہ اٹھانے کے باوجودان کا اشہب شوق آگے بڑھتا رہااوراس تشنہ لب اورعلم کے طالب صادق کواس وقت کے عظیم ماہرعلوم عقلیہ ونقلیہ شیخ محمد صادق سترکھیؒ کے مرکزعلم وعرفان تک لے جاتا ہے۔ اس طرح ملاجیون اپنے وقت کے استاذالاساتذہ کے دامن علم سے وابستہ ہوکراپنے شوق کی تکمیل کرتے ہیں۔یوں چند برس کی اس صحبت شیخ نے ملاجیون کوعلم کی بلندیوں پر فائز کردیا۔

مولانا لطف اللہ کا کوڑویؒ:

صاحب تفسیرات احمدیہ کے معلوم اساتذہ میں سے ایک اہم ترین نام مولانا لطف اللہ کا کوڑوی کا ہے۔اپنے زمانہ میں علامہ کاکوڑوی کے دسترخوان علمی کی شہرت لکھنواوراس کے اردگرد کے علاقہ جات میں آسمان کی بلندیوں کوچھورہی تھی۔مقامی لوگوں کے علاوہ دوردارز سے تشنگاں علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے کاکورہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر زانوئے تلمذ طے کرتے تھے۔مولانا لطف اللہ کاکوروی کا علمی مقام جاننے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کوشیخ جمال کاکوڑوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

مولانا سیدعبدالحئی ندوی لکھتے ہیں۔

"قاضی ضیاالدین گوپاموی بھی ہیں ان کے شاگردشیخ جمال کاکوڑوی اوران کے شاگردلطف اللہ کاکوڑوی ہیں۔شیخ لطف اللہ کے شاگردوں میں شیخ احمد بن سعید امیٹھوی ،شیخ علی اصغرقنوجی ،قاضی علیم اللہ گپدوی اورشیخ محمد زمان کاکوڑوی ہیں (9"

مولانا کاکوڑوی کے ہاں ان کے ہم درس علماء میں شیخ اصغرقنوجی کا نام بڑااہم ہے۔صدیق قنوجی لکھتے ہیں۔

"شارک الشیخ علی اصغرفی تحصیل العلم من الشیخ احمد ملاجیونؒ صاحب نورالانوار (10)"

"شیخ علی اصغراورشیخ احمد ملاجیونؒ صاحب نورالانوار دونوں ہم درس تھے۔"

مرتبین عالم گیری میں ملاجیونؒ کے تلامذہ:

صدیاں بیت جانے کے باوجوداب بھی تک فتاویٰ عالم گیری کے تمام مرتبین کے نہ تو نام معلوم ہو سکے

ہیں اور نہ ان کی کوئی فہرست مرتب ہوئی ہے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی کے مطابق:

"مختلف تذکروں سے معلوم ہوتا ہے فتاوی عالم گیری کے مرتبین کا دائرہ وسیع تھا لیکن سوال یہ ہے کہ اس طویل فہرست میں کن کن خوش قسمت حضرات کے اسمائے گرامی مرقوم ہیں؟ اس کا جواب مشکل ہے۔ کسی تذکرہ میں سب کے نام یکجا نہیں۔" (11)

فتاوی عالم گیری کے مرتبین میں ملا جیونؒ کے بعض تلامذہ بھی شامل تھے، بالخصوص شیخ احمد بن ابو المنصور گوپاموی، مولانا بھٹی فتاوی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان (شیخ احمد بن ابو المنصور) کے استاد الشیخ علامہ احمد بن سعید امیٹھوی بہت بڑے عالم اور ہندوستان کی مشہور شخصیت ہیں اور یہ وہی بزرگ ہیں جنہیں ملا جیونؒ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔" (12)

یہ بات قابل غور ہے کہ جب ملا جیونؒ ایسے استاد زمانہ فقیہ اور عالم کے تلامذہ فتاوی عالم گیری مرتب کرنے والوں میں شامل ہیں اور خود عالم گیری بھی ان کے ساتھ نسبت تلمذ رکھتا ہو تو عقل اس بات کو ترجیح دیتی ہے کہ ملا موصوف بھی ان خوش قسمت حضرات میں شامل ہوں گے جنہوں نے ترتیب فتاوی ہندیہ کا تاریخ ساز اور عدیم المثال کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ (واللہ عالم بالصواب)

ملا جیونؒ کے معاصر اہل علم:

ملا جیونؒ نے جس زمانہ میں قرآن مجید کی فقہی تفسیر لکھی وہ تاریخ کا اس اعتبار سے ایک اہم دور ہے کہ اسی زمانہ میں فقہ حنفی کا عظیم انسائیکلوپیڈیا فتاوی الہندیہ المعروف فتاویٰ عالم گیریہ کے نام سے مرتب کیا گیا جس کا تعارف کرواتے ہوئے مشہور اہل حدیث غیر مقلد (محقق مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں):

"اسلامی ہند میں فتاوی عالم گیری کی ترتیب و تالیف بہت بڑی علمی خدمت ہے جو ایک نیک دل اور صاحب علم حکمران کی سعی بلیغ سے اس برصغیر کے فحول علماء اور نامور فقہاء کی ایک منظم جماعت کے ہاتھوں انجام دی گئی۔ اس اہم کام کا جس انداز سے آغاز ہوا، جس نہج سے یہ مختلف منازل سے گزرا اور پھر جس اسلوب سے یہ تکمیل پذیر ہوا، اس کی مثال نہ صرف یہ کہ برصغیر پاک و ہند پیش نہیں کر سکتا پوری دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اس کے مرتبین نے پیش آئندہ مسائل کا ایک دلآمیز

گلستان سجا دیا ہے اور اس کے صفحات پر مسائل گوناگوں کی ایک فکر انگیز فقہی جنت بسا دی ہے۔

(13)

ملا جیونؒ کے معاصر اہل علم کس بلند درجہ کے حامل تھے؟ جن کی کاوش سے فتاوی عالم گیری جیسی عدیم النظیر فقہ کی کتاب معرض وجود میں آئی ہے۔ ان چند اہل علم کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں جن کی حین حیات ملا جیونؒ نے اپنی تفسیر کو لکھا جب کہ وہ خود ابھی چمنستان حیات کی ابتدائی بہاریں دیکھ رہے تھے:

قاضی مبارک گوپاموی	شیخ ابوالمنصور خطیب گوپاموی
مولانا محمد اسعد انصاری سہالوی	مولانا نظام الدین سہالوی
مولانا محب اللہ بہاری	

جب کہ ان کے ہم درس علماء میں درج ذیل نام شامل ہیں:

قاضی علم اللہ لچندوی	شیخ علی اصغر قنوجی

خداداد قوتِ حافظہ:

مبدأ فیض نے حضرت ملا جیونؒ کو زبردست قوت حافظہ سے نواز رکھا تھا۔ آپ کے تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے۔

"قوتِ حافظہ بغایتے داشت کہ قصیدہ بشنیدن یکبار یاد میگرفت وعبارت کتب درسیہ بلا معاینہ کتاب زبانی میخواند۔(14)"

"کمال قوتِ حافظہ کے مالک تھے، کسی قصیدہ کو ایک بار سن لیتے تھے تو انہیں زبانی یاد ہو جاتا تھا۔ کتب درسیہ کی عبارات کتاب کو ملاحظہ کیے بغیر زبانی پڑھ جاتے تھے۔"

قلم وقرطاس کے میدان میں خدمات:

علم وتعلم اور درس وتدریس کا شوق حضرت ملا جیون کو موروثی طور پر ودیعت ہوا تھا۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب ان کی عمر ابھی صرف سولہ سال کی تھی اور وہ اصول فقہ میں حسامی پڑھ رہے تھے تو انہوں نے اپنی معروفِ عالم کتاب التفسیرات الاحمدیہ لکھنا شروع کی اور اپنی حیات مستعار کی ابھی اکیسویں بہار دیکھ رہے تھے تو اس کو مکمل کر چکے تھے۔ جیسا کہ ان کا اپنا

بیان ہے۔

قد شرعت فی تسوید تفسیر الآیاتِ الشرعیۃ فی البلدۃ الطیبۃ امیتھی حین قرأت الحسامی بسنۃ الف واربعۃ وستین وسنی یومئذ ستۃ عشرۃ سنۃ وفرغت عنہ سنۃ الف وتسعۃ وستین فی البلدۃ المبارکۃ المذکورۃ حین قرأت شرح مطالع الانوار وسنی یومئذ احدی وعشرون سنۃ۔ (15)

قلم وقرطاس کے میدان میں یہ ملاجیونؒ کی ابتداء تھی اور پھر یہ سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا آئندہ سطور میں موصوف کے آثار قلمی کا تذکرہ کیا جائے گا۔

درس وتدریس:

مصنف التفسیرات الاحمدیہ کو ابتداء سے ہی تعلیم وتعلم اور درس وتدریس کے ساتھ ایک خاص موانست تھی۔ چنانچہ بالکل ابتدائی عمر میں ہی متداول علوم عقلیہ ونقلیہ اور فنونِ درسیہ کی تحصیل کے بعد مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے، موصوف اس وقت اپنی عمر عزیز کی بائیسویں بہار دیکھ رہے تھے جب درس وتدریس کے سلسلہ کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے آپ نے اپنے آبائی شہر امیٹھی میں ہی مسند تدریس آراستہ کی۔ مختلف علوم وفنون میں کمال مہارت کے ساتھ تدریس کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی علمی شہرت اور فنی مہارت دور دور تک پھیل گئی۔ یوں دور دراز سے تشنگان علم کی کثیر تعداد کشاں کشاں آپ کے علمی مرکز کا رخ کرنے لگی۔ اس طرح سینکڑوں متلاشیان علم نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے اپنی علمی پیاس کو بجھایا اور حضرت ملا جیون کے چشمہ ءفیض سے اکتساب کر کے درجہء کمال کو پہنچے، آسمان شہرت پر ستاروں کی مانند چمکنے والے آپ کے تلامذہ میں بالخصوص احمد بن ابی المنصور گوپاموء جو فتاویٰ عالمگیر کے مولفین میں بھی شامل تھے اور مفتی تابع محمد جو مفتی لکھنؤ کے نام سے مشہور ہیں کے نام زیادہ نمایاں ہیں۔ (16)

امیٹھی میں درس وتدریس کا یہ سلسلہ ۱۰۸۱ھ تک جاری رہا۔ اب آپ کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی، اس مرحلہ پر آپ نے اشاعت علم کے جذبے کے ساتھ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر دہلی جوان دنوں علوم وفنون کا مرکز تھا اور بڑے بڑے اہل علم وکمال اس کو اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکز اور اپنی فنی مہارت کی جولانگاہ بنائے ہوئے تھے؟ حضرت ملاجیون نے بھی اسی منتخب کمال شہر کو اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا فیصلہ کیا۔

اجمیر و دہلی کا سفر:

امیٹھی سے بساط تدریس لپیٹ کر ملاجیونؒ نے پہلے اجمیر کا رخ کیا اور کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد عازم دہلی ہوئے ، مولانا عبدالحئی ،لکھنوی آپ کے قیام دہلی کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

ولما بلغ الاربعین رحل الی اجمیر ثم الی دہلی واقام بھا زمانا صالحا وکان یدرس و یفید اخذعنہ خلق کثیر۔(17)

دہلی میں آپ کے حلقہء درس کو تھوڑے عرصہ میں شہرت عام حاصل ہوگئی اطراف و اکناف سے طلباء آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر علمی سیرابی کا سامان کرتے تھے۔ دہلی میں آپ نے پندرہ سال تک قیام فرمایا اوراس دوران کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

دہلی میں ہی آپ کے حلقہ درس میں عام لوگوں کے علاوہ شاہی مغلیہ خاندان کے افراد بھی آپ سے اکتساب کرنے والوں میں شامل تھے ،مفتی غلام سرور قریشی لاہوری لکھتے ہیں۔

"آپ وقت کے علماء عظام اور فقہائے کرام میں سے تھے اورنگ زیب بادشاہ کے استاد محترم تھے۔ "(18)

شاہان مغلیہ سے مراسم:

دہلی کے زمانہ قیام میں ہی حضرت ملاجیونؒ کے علم وفضل سے متاثر ہوکر شاہی مغلیہ خاندان کے افراد نے اپنے بچوں کوان کے حلقہء درس میں داخل کروایا بلکہ بہت سے اہم افراد نے اپنے وقت کے اس جید عالم کے ساتھ ربط وضبط رکھنے کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا۔

بقول سید قاسم محمود۔

"اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو اپنے اساتذہ میں شامل کرلیا تھا اور آپ کی بڑی عزت وتکریم کرتا تھا۔ شاہ عالم بہادر شاہ اول بھی اپنے باپ اورنگ زیب کی طرح آپ کی بہت زیادہ عزت وتکریم کرتا تھا۔(19)"

جب اورنگ زیب عالمگیر کو لاہور کا گورنر مقرر کیا گیا تو ملا موصوف اس وقت بھی ان کے ساتھ لاہور میں مقیم رہے۔ اس کے علاوہ اورنگ زیب جب دکن کی مہم پر روانہ ہوا تو اس وقت بھی حضرت

موصوف اس کے ساتھ تھے۔(20)

اورنگ زیب کے علاوہ ملاجیون کے درج ذیل مغل شاہی افراد کے ساتھ روابط و تعلقات کا بھی تذکرہ مختلف کتب میں ملتا ہے۔شاہ عالم خلف سلطان عالمگیر بھی آپ کے سامنے زانوئے تکریم بجالاتا تھا۔ اورشہزادہ فرخ سیر بھی آپ کی بڑی قدر ومنزلت کرتا تھا۔(21)

اورنگ زیب کو آپ سے اس حد تک عقیدت تھی کہ اس نے اپنے بچوں کا اتالیق انہیں مقرر کر رکھا تھا۔محمد عارف اعظمی عمری، مولانا عبدالحی لکھنوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء(ولادت ۱۰۴۸ھ/۱۶۳۸ء وفات ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۲ء) نے ملاجیون سے درس لیا تھا۔(22)"

حرمین شریفین کی پہلی حاضری:

قیام دہلی کے دوران جب کہ آپ کی عمر پچپن سال کی تھی تو آپ کے دل میں حج بیت اللہ کا شوق انگڑائیاں لینے لگا۔ چنانچہ آپ ۱۱۰۲ھ میں اپنے شوق تمنا اور دلی آرزو کی تکمیل کے لیے حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوئے اور حرم مکہ پہنچ کر مناسک حج ادا کئے اور اس طرح بیت الحرم کی زیارت کے شوق کی تکمیل کی۔

مدینۃ الرسول کی حاضری:

اہل محبت اور اولیاء صالحین کا یہ پختہ اعتقاد ہے کہ جب تک حاضری سرکار ابد قرار ﷺ نہ ہو اس وقت تک حج شرف قبولیت ہی نہیں پاتا۔حضرت ملاجیونؒ بھی انہی خواص بارگاہ الہ کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ اس پہلی حاضری حرمین شریفین کے موقع پر مناسک حج ادا کرنے کے بعد قلب و باطن میں عشق ومحبت رسول ﷺ کے مطلاطم جذبات اور پوری عقیدت ومحبت کے ساتھ جانِ کائنات ﷺ کے دربار گوہر بار میں حاضر ہوتے ہیں اور رشک قدسیاں بہار مدینہ کی پر کیف فضاؤں میں پانچ سال تک قیام کا شرف حاصل کرتے ہیں۔اس دوران زائرین مدینہ کو وعظ ونصیحت اور درس وتدریس کا شغل جاری رکھا یوں لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔گویا شہر نبوی ﷺ میں دین نبوی ﷺ کی اشاعت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

شہر نبوی کا علمی تحفہ نور الانوار:

ہندوستان سے تو آپ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے تھے۔ تمام کا تمام علمی سرمایہ یعنی آپ کی کتب تو سب یہاں پر تھیں۔ مگر مبداء فیض نے جب اپنے بندوں سے اپنے دین کا کوئی کام لینا ہوتا ہے تو وہ مواقع و اسباب خود فراہم کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت ملاجیونؒ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جب آپ مناسک کی ادائیگی کے بعد مدینۃ الرسول ﷺ میں حاضر ہوتے ہیں تو وہ علیم وقدیر ذات اپنے دین کے اس مخلص خادم سے ایک انتہائی علمی خدمت لیتی ہے یعنی اصول فقہ میں احناف کے اصول کے اہم متن المنار مصنفہ مولانا عبد اللہ بن احمد بن محمود ابوالبرکات النسفی کی شرح نور الانوار لکھنے کی سعادت سے بہرہ ور کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ اس امر کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے ابتدائیہ میں خود تحریر کرتے ہیں۔

فاذاانا وصلت الی المدینۃ المنورہ والبلدۃ المکرمۃ فقرا علی الکتاب المذکور بعض خلائی وخلص اخوانی من الخطباء المعظمۃ للحرم الشریف والمسجد المنیف فاقترحوا بھذا الامر العظیم والخطب الجسیم وحاکموا علی جبرا ولم یترکوا الی عذرا فشرعت فی اسعاف مأموھم وانجاح مسؤلھم علی حسب ماکان متحضرا الی فی الحال من غیر توجہ الی ما قیل او یقال۔۔۔۔(23)

"چنانچہ جب میں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پہنچا تو میرے سامنے حرم شریف اور مسجد نبوی کے بعض احباب و مخلصین نے مذکورہ کتاب پڑھی اور انہوں نے) اس کی شرح لکھنے کے (عظیم کام اور اہم امر کی انجام دہی کی خواہش ظاہر کی اور مجھ کو اس پر اس قدر مجبور کیا کہ میرے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا تھا تو میں نے ان کی آرزو کو پورا کرنے اور ان کی مراد پوری کرنے کے لیے اعتراضات و جوابات کی طرف توجہ کیے بغیر (شرح لکھنے میں) مشغول ہوگیا۔"

موصوف کے علمی کمال، فنی مہارت، استحصار ذہنی، قدرت بیان اور فہم تام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تین صد سے زائد صفحات پر مشتمل یہ علمی وفنی کتاب صرف دو ماہ کی مدت میں مکمل کر لی جیسا کہ اپنی اس شرح کے آخر میں خود رقمطراز ہیں۔

قد فرغت من تسوید نور الانوار فی شرح المنار بسابع شھر جمادی الاولیٰ ۱۱۰۵? الف و مائۃ وخمس من ھجرۃ النبی انی الحرم الشریف المدینۃ المنورۃ والبلدۃ المطھرۃ وکان ابتداءہ فی غرۃ شھر المولد من الربیع

الاول من السنۃ المذکورۃ۔ (24)

مدینہ منورہ میں پانچ سال تک قیام پذیر رہنے کے بعد ہندوستان کی طرف مراجعت کی، واپسی پر وہ ابھی دکن ہی پہنچے تھے کہ اسی دوران اورنگ زیب عالمگیر بھی اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا تو پھر حضرت ملا جیونؒ شاہی لشکر میں شامل ہوگئے اور چھ سال تک عالمگیر کے ساتھ دکن میں ہی رہے۔ (25)

حجاز مقدس کا دوسرا سفر:

قیام دکن کے دوران ہی حضرت موصوف نے اپنے مرحوم والدین کی طرف سے حج بدل کرنے کا ارادہ کیا۔ جس کا سبب بقول بعض تذکرہ نویسوں کے یہ ہوا کہ

"انہوں نے دو مرتبہ اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس کی متمنی ہیں۔ (26)"

وہ کو دیکھنے کے بعد انہوں نے دوبارہ سفرِ حرمین کا عزم مصمم کرلیا اور پھر ۱۱۱۲ھ میں اورنگ زیب سے اجازت لے کر عازم ارض حرم ہوئے۔ حجاز مقدس پہنچ کر ملا موصوف نے پہلے سال اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل کیا اور دوسرے سال اپنے والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کیا اور پھر ایک سال مزید حجاز مقدس میں قیام فرما کر تین سال کے بعد واپس دکن لوٹے۔ (27)

سفر حج اور علمی مشاغل:

ملا جیونؒ جب دوسری مرتبہ حجاز مقدس حاضر ہوئے تو اب کی مرتبہ ان کے علمی مشاغل میں بطور خاص درج ذیل امور شامل تھے۔

۱۔ صحیحین کا مع مختلف شروح کے بالاستیعاب مطالعہ کیا۔

۲۔ سلوک وتصوف میں جامیؒ کی سوانح کی طرز پر ایک رسالہ سوانح مرتب کیا۔

تین سال کے بعد دکن واپس پہنچے، کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۴ء میں اپنے وطن مالوف امیٹھی کی طرف مراجعت کی۔ (28)

بیعت روحانی:

ملا جیونؒ کا خاندان علوم ظاہری وباطنی کا مرکز تھا۔ ان کے والد گرامی ایک متقی اور پرہیزگار عالم تھے، تو ان کے جد امجد حضرت خاصہ خدا بھی امیٹھی کے معروف اہل اللہ میں سے تھے۔ اس لیے خاندان کی نجابت وشرافت کا ملا موصوف پر اثر پڑنا ایک فطری تقاضا تھا چنانچہ انہوں نے صرف

سات سال کی کم سنی میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اولیاء اللہ سے محبت بھی ان کو اپنے والد گرامی سے ورثہ میں ملی تھی۔ جس کا اظہار اس سے بھی ہوتا ہے کہ جب ان کی عمر ابھی صرف تیرہ سال کی تھی تو ان کے والد محترم انتقال کر گئے، اس موقعہ پر ہونہار اور نیک سیرت بیٹا جس نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم بھی نہیں رکھا تھا، سلوک وتصوف اور سیر وآداب میں آداب احمدی کے نام سے کتاب لکھ دیتا ہے۔

"مختصر یہ کہ آداب احمدی کا یہ نوعمر مصنف جب علوم ظاہری کی تکمیل کر لیتا ہے تو پھر تزکیہ باطنی کے لیے علوم باطنی یعنی سلوک وتصوف کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بائیس سال کی عمر میں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اپنے استاذ وشیخ مولانا محمد صادق سترکھی سے بیعت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔"

مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں:

قال: قرات فاتحۃ الفراغ لما بلغت اثنتین وعشرین سنۃ ثم تصدیت للدرس والافادۃ واخذت الطریقۃ الجشتیۃ عن الشیخ الاستاد محمد صادق السترکھی۔(29)

خرقہ قادریہ اور اجازت سلسلہ:

دوسری مرتبہ حجاز مقدس کی حاضری کے بعد دکن سے ہوتے ہوئے واپس اپنے وطن مالوف امیٹھی پہنچے تو اس وقت ان کی عمر ستر برس کی ہو چکی تھی۔ عمر کے اس آخری دور میں موصوف کو جن روحانی انعامات سے نوازا گیا ان میں دربار غوثیت مآب بغداد سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت وخرقہ کی عطا ہے۔ عارف اعظمی عمری کے بقول:

"ملاجیون جب امیٹھی پہنچے تو ان کی عمر ۷۰ برس ہو چکی تھی وہاں پہنچنے پر بغداد سے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے خاندان کے ایک بزرگ اور سجادہ نشین شیخ یاسین بن عبدالرزاق نے ان کی خدمت میں خرقہ تصوف اور سند اجازت بھیجی جس کو میر سید محمد قادری بلگرامی لے کر آئے، ملاجیون کے لیے یہ بڑی قیمتی سوغات تھی۔(30)"

مولانا عبدالحیؒ لکھنوی نے بھی عطائے خرقہ کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے یہ خرقہ اور سند لے کر آنے والے بزرگ کا نام السید قادری بن ضیاء اللہ البلگرامی ذکر کیا ہے۔(31)

اجمیر و دہلی کا دوسرا سفر:

دکن سے واپسی پر ملاجیون اپنے وطن مالوف میں مقیم رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۱۱۹ھ میں انہوں نے ایک مرتبہ پھر دہلی کا سفر اختیار کیا دہلی کے پہلے سفر کے برعکس اس مرتبہ ان کے تلامذہ اور عقیدت مندوں کی کثیر تعداد بھی ان کے ساتھ تھی ۔ طالبان علم کا یہ قافلہ ۲۵ محرم الحرام ۱۱۱۹ھ/۱۷ اپریل ۱۷۰۷ءکو امیٹھی سے روانہ ہوا اور صفر کے آخر میں دہلی پہنچا۔ مگر اس مرتبہ دہلی میں قیام بہت مختصر رہا۔

لاہور میں ورود:

غالب خیال یہ ہے کہ وہ دہلی سے واپس اپنے وطن جارہے تھے کہ راستہ میں اجمیر کے قریب شاہ عالم بن اورنگ زیب عالمگیر سے ان کی ملاقات ہوگئی اس وقت شاہ عالم لاہور کی طرف رخت سفر باندھے ہوئے تھا چنانچہ اس نے ملاجیون موصوف کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور اس طرح حضرت ملا جیون لاہور پہنچ گئے اور پھر وہ شاہ عالم کے انتقال تک لاہور میں ہی مقیم رہے یہاں تک کہ ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ءکو وہ لاہور سے واپس دہلی تشریف لے گئے ۔

لاہور میں علمی سرگرمیاں:

جب تک اورنگ زیب لاہور میں رہا، ملاموصوف بھی لاہور میں رہے اور اس کے بعد عالمگیر کے بیٹے شاہ عالم کے ساتھ بھی لاہور میں مقیم رہے پھر ۱۷۱۲ھ لاہور سے واپس دہلی تشریف لے گئے ۔ اس کے بعد ان کی علمی وتعلیمی سرگرمیاں کیا رہیں؟ اس کا کچھ معلوم نہیں ۔ قیام لاہور کے زمانہ میں حضرت ملاموصوف نے وعظ وتبلیغ اور درس و تدریس کا شغل جاری رکھا انہوں نے لاہور میں ایک مدرسہ اور مسجد بھی تعمیر کی ۔ مدرسہ کا تو اب کوئی وجود باقی نہیں رہا، البتہ لوہاری گیٹ کے اندر کوچہ میاں عاشق پہلوان میں ان کی تعمیر کردہ مسجد آج بھی مسجد ملاجیون کے نام سے موجود ہے ۔ اور اسی مسجد میں زیر زمین ملاجیون کا حجرہ بھی موجود ہے ۔ زیر زمین اس لیے کہ مرور زمانہ کے ساتھ ملاجیون کی مسجد بھی زمین کے نیچے دب گئی ہے مگر اسی پہلی مسجد کی بنیادوں پر نظام الدین ولد شمس نے ۱۴صفر ۱۳۰۱ھ کو نئے سرے سے مسجد کو تعمیر کیا ہے ۔(32)

فرخ سیر سے روابط:

شاہ عالم کی وفات کے بعد ملاجیون دہلی پہنچے تو یہ فرخ سیر کا زمانہءحکومت تھا تو اس سے روابط قائم ہوئے فرخ سیر بھی ان کی کمال درجہ عزت وتکریم کرتا تھا۔(33)

عوامی فلاح و بہبود:

بادشاہان وقت سے قریبی روابط ہونے کے باوجود ملاجیون نے اپنے لیے کسی دنیوی لالچ وطمع کا اظہار کرتے ہوئے کوئی جاگیر یا رقبہ مقرر نہیں کروایا حالانکہ بادشاہ خود اس کا متمنی رہتا تھا۔ یہ دنیا سے بے رغبتی کا عملی مظہر تھا دوسری طرف ملاجیون موصوف ضرورت مندوں کی حاجت براری اور مصیبت زدوں کی مشکلات کوحل کرنے کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے تھے چنانچہ خود ان کے ہم وطن اہل میٹھی اور اطراف واکناف سے مفلس وغریب لوگ اپنی حاجات لے کر ان کے پاس آتے اور وہ محض رضائے الٰہی کی خاطر بادشاہ اور دیگر ارباب اقتدار سے اپنے ذاتی تعلقات کی بنا پر ان کے مسائل کوحل کرواتے تھے اس طرح وہ عمر بھر درس وتدریس، تعلیم وتعلم اور تصنیف وتالیف کی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ عوامی فلاح و بہبود کے لیے بھی عملی طور پر کوشاں رہے چنانچہ مولانا عبد الحیٔ ان کے آخری ورود دہلی اور فرخ سیر سے تعلقات کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔

لما مات شاہ عالم رجع الی دہلی واقام بھا الی ان توفی وتقرب الی فرخ سیر وانتفع بہ خلق کثیر (34)

''جب شاہ عالم فوت ہوگیا تو ملاجیونؒ دہلی واپس لوٹ گئے اور اپنے وصال تک وہیں قیام پذیر رہے) اس دوران (فرخ سیر سے قرب حاصل کیا اور ان سے کثیر مخلوق نے فائدہ اٹھایا۔''

ملاجیون کی اس خوبی وکمال کو اکثر تذکرہ نگاروں نے بیان کیا ہے۔

التفسیرات الاحمدیہ کے علمی اثرات:

ملاجیونؒ نے جب سے اس فقہی تفسیر کو لکھا ہے علماء فقہاء نے اس کو سرمہ چشم بنایا ہوا ہے۔ بارگاہ ایزدی سے اس کو مقبولیت عامہ سے نوازا گیا جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ گیارہویں صدی ہجری سے لے کر آج تک اہل علم اس سے اخذ واستفادہ کر رہے ہیں۔

اس تفسیر کے منظر عام پر آنے کے بعد اب تک برصغیر میں فقہ وفتوی کے حوالے سے کوئی ایسی علمی کتاب نہیں جو قابل ذکر ہو اور اس میں اس تفسیر سے استفادہ نہ کیا گیا ہو۔

اس حوالے سے ڈاکٹر محمد طفیل کا بیان ہے

"ہم دیکھتے ہیں کہ "التفسیرات الاحمدیہ" کے ترتیب پا جانے کے بعد سے اب تک یہ کتاب اہل علم میں متداول رہی ہے اور برصغیر میں قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے والا کوئی شخص اس کتاب سے صرف نظر نہیں کرسکتا۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم رہا ہے کہ مغلیہ دور میں یہ کتاب دینی مدارس میں شامل رہی ہے۔ اپنی جامعیت وسعت اور موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب برصغیر کی پہلی کتاب ہے اور آخری بھی کیونکہ اس موضوع پر برصغیر کے کسی اور فاضل کی عربی تحریر نہیں ملتی۔(35)

التفسیرات لاحمدیہ کے علمی وفقہی اثرات کے بارے میں ڈاکٹر حمید احمد ہاشمی برصغیر میں لکھی جانے والی فقہی تفاسیر سے متعلق لکھے گئے مقالہ میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

ان کتاب التفسیرات الاحمدیہ " من التفاسیر التی تعتبر مرجعا ہاما للتفسیر الفقہی وہو اول تفسیر کامل فی احکام القرآن ظہر فی شبہ القارۃ الہندیۃ (36)

"فقہی تفاسیر میں "التفسیرات الاحمدیہ" ایک بڑا معتبر مرجع کے طور پر جانی جاتی ہے اور یہ برصغیر میں احکام القرآن کے حوالے سے لکھی جانے والی پہلی مکمل تفسیر ہے۔"

ملاجیونؒ کی اس تفسیر نے برصغیر کے اہل فتوی پر بھی اثرات مرتب کیے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب فتاوی میں جابجا اس کے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ درج ذیل کتب فتاوی کے نام پیش کیے جاتے ہیں

الفتاوی الرضویہ	مفتی احمد رضا خاں بریلوی
امداد الفتاوی	مولانا اشرف علی تھانوی
فتاوی نوریہ	مولانا مفتی محمد نور اللہ نعیمی

التفسیرات الاحمدیہ سے متعلق چند اہل علم کی آراء:

گیارہویں صدی ہجری میں لکھی گئی فقہی تفسیر سے متعلق موجودہ دور کی چند اہل علم شخصیا..کی آراء ملاحظہ ہوں۔ جن کے مطالعہ سے اس تفسیر کی اہمیت وافادیت خوب واضح ہو جاتی ہے۔

محمد عارف اعظمی عمری

"تفسیر کی ترتیب قرآن مجید کی سورتوں کے مطابق ہے۔ آیات کی تشریح میں ان کے نزول کا پس منظر

بھی بیان کیا ہے۔

الفاظ کی لغوی تحقیق اور فقہی مباحث میں فقہ اور علم کلام کی اہم کتب کی روشنی میں منطقیانہ استدلال بھی کیا ہے اور حنفی نقطہ نظر کو نمایاں کر کے پیش کیا گیا ہے۔ زبان و بیان دل کش اور دل آویز ہے، سجع وقوافی کی رعایت کے باوجود ادائے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوا۔(37)''

مولانا محمد اسحاق بھٹی

''یہ تفسیر اپنے موضوع کی وضاحت میں اچھی چیز ہے۔(38)''

مولانا محمد عادل خاں (مترجم التفسیرات الاحمدیہ)

''یہ قرآن کریم کی پانچ صد آیات کی شرح وتفسیر ہے جن کا تعلق فقہی مسائل سے ہے۔اس جامعیت، وسعت سلاست اور موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب صحیح معنوں میں برصغیر میں پہلی کتاب ہے کیونکہ برصغیر پاک و ہند میں اس سے قبل اور اس کے بعد بہت سی تفاسیر لکھی گئیں لیکن ان میں وہ بات نہ تھی جو اس کتاب میں موجود ہے۔(39)''

مولانا برکت علی رضوی نقشبندی

اس کتاب میں مولانا احمد جیونؒ نے قرآن مجید کی ان آیات کو درج کیا ہے جن میں احکام شرعیہ اور مسائل شرعیہ ہیں۔جن پر عمل کرنے سے ہی سچا مسلمان بن سکتا ہے۔'' (40)

مولانا ملک محمد بوستان چشتی

برصغیر کے فاضل جلیل ملا جیونؒ کی تفسیر المعروف تفسیرات احمدیہ آپ کا ایک علمی شاہکار ہے۔حضرت موصوف نے قرآن کی مرتب سورتوں میں آیات احکام کو بنیاد بناتے ہیں۔اس میں قاعدہ کا استخراج کرتے ہیں۔اس کے متعلقہ مسائل پر بحث کرتے ہیں اور فقہاء کے اس بارے میں جو نکتہ ہائے نظر ہوتے ہیں ان کو بیان فرماتے ہیں۔پھر راجح قول کو دلائل سے مزین کرتے ہیں۔اس اسلوب اور انداز سے قاری کا ذہن تشکیک واضطراب کا شکار نہیں ہوتا۔(41)''

مفتی علی احمد سندیلوی (م ۱۴۰۲ھ/۱۳۴۱ھ)

''یہ قرآن مجید کی فصیح عربی زبان میں ایک بہترین تفسیر ہے۔جس میں فقہی انداز سے آیات احکام کی وضاحت کی گئی ہے۔(42)''

سید صباح الدین عبدالرحمان

"ساڑھے چھ سو برس کی مدت میں ان میں سے صرف دو تفسیریں لائق استفادہ سمجھی جاتی ہیں۔ایک مولانا علاؤ الدین بن احمد مہائمی (المتوفی ۸۳۵ھ) کی تفسیر رحمانی، دوسری ملا جیونؒ (المتوفی ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۷ء) کی تفسیر احمدی ہے۔"

تفسیرات احمدیہ کے حواشی وتراجم:

ملا جیونؒ کی اس تفسیر کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اب تک اس کے متعدد اردو تراجم کیے جا چکے ہیں۔

۱۔التفسیرات الاحمدیہ مترجم حافظ عبدالعلی بلگرامی ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء (43)

۲۔احکام القرآن

۳۔تفسیرات احمدیہ مترجم قاری محمد عادل خاں، مولانا محمد فاضل خاں قرآن کمپنی لمیٹڈ اردو بازار لاہور، س۔ن

(یہی ترجمہ مکتبہ رحمانیہ سے بھی شائع ہو چکا ہے۔)

۴۔التحفۃ الصمدیۃ فی ترجمۃ التفسیرات الاحمدیۃ

مترجم برکت علی رضوی نقشبندی، جامع مسجد ماموں کانجن ضلع فیصل آباد اکتوبر ۲۰۰۷ء

☆علامہ مولوی رحیم بخش چشتی نے التفسیرات الاحمدیہ کے حاشیہ پر ایک مختصر مگر عمدہ شرح وحاشیہ تحریر کیا۔ جو پہلے مکتبہ رحیمیہ دیوبند سے اور بعدازاں مکتبہ الحرم اردو بازار لاہور سے شائع ہو چکا ہے اور زیر نظر مقالہ میں یہی ایڈیشن راقم کے پیش نظر ہے، مگر اس پر سال طباعت درج نہیں کیا گیا۔

ملا جیونؒ کی تفسیر پر اعتراض:

نواب صدیق حسن قنوجی ملا جیونؒ کی اس معروف زمانہ تفسیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

لہ التفسیر الاحمدی یختص بآیات الاحکام الفقہیۃ، ونور الانوار فی شرح المنار فی اصول الفقہ علی طریقۃ الحنفیۃ وفیہا الرطب والیابس (44)

" ملاجیونؒ کی احکام فقہ کی آیات پر مشتمل تفسیر اور اصول فقہ میں نور الانوار فی شرح المنار بھی ہے، یہ دونوں حنفی طریقہ پر ہیں اور ان رطب اور یابس ہے۔"

اعتراض کا جواب:

ملاجیونؒ ایک جید حنفی فقیہ تھے، اس لیے جب انہوں نے قرآن مجید کی فقہی احکام سے متعلق آیات کی تفسیر لکھی تو یہ ایک بدیہی بات ہے کہ انہوں نے اس کے اندر مختلف مسائل دینیہ کے حوالے سے ائمہ احناف کے موقف کو قرآن وسنت کے دلائل سے پیش کیا ہے اور انہیں کے موقف کو ترجیح دینا تھی۔ چنانچہ انہوں نے پوری تفسیر میں اور اصول فقہ پر اپنی معروف عالم کتاب نور الانوار فی شرح المنار جو حنفی اصول فقہ کی ایک کتاب ہے تو اس میں بھی انہوں نے اپنے فقہی مسلک کی وکالت کرنا تھی جو انہوں ٹھوس علمی دلائل کے ساتھ کی ہے اس لیے کسی کا ان پر اعتراض کرنا بے بنیاد ہے۔ اس کے برعکس نواب صدیق قنوجی فقہی حوالے سے غیر مقلد بھی ہیں اور حنفیہ کے ساتھ مخاصمت بھی رکھتے ہیں، جیسا کہ وہ حضرت سراج الامت سیدنا امام اعظمؒ کے متعلق اپنے مخصوص نظریات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

ولم یکن ہو عالما حق العلم بلغۃ العرب ولسانہم (45)

موصوف کے اس مذکورہ قول کو سامنے رکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ ملاجیونؒ کی تفسیرات احمدیہ اور نور الانوار سے متعلق ان کا فیھا الرطب والیابس کہنا، تعصب و تنگ نظری کے علاوہ اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ اللھم احفظنا منہ

وفات:

" کل نفس ذائقۃ الموت " ایک اٹل قانون فطرت ہے اس جہانِ چند روزہ میں آنے والے ہر ذی روح کو اپنی حیات مستعار کے محدود ومقرر شب و روز گزار کر بالآخر اس دار فنا کو چھوڑ کر دار البقاء کی طرف لوٹنا ہے۔ اس عارضی قیام گاہ میں چاہے وہ جتنا بھی صاحب جاہ وحشم، بلند مقام و منصب والا ہو، بحر سیم و زر میں غوطہ زن رہنے والا ہو یا علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی بلند چوٹیوں پر محو پرواز رہنے والا ہو۔ ایک دن وہ اس جہانِ آب وگل کو چھوڑ جاتا ہے۔

حضرت ملاجیون جنہوں نے بھر پور زندگی گزاری انہوں نے ایک طرف علمی تفوق، فنی مہارت کی ریاست کے رئیس کی حیثیت سے اپنے فضل وکمال کالوہا منوایا تو دوسری طرف شاہانِ وقت کو اپنی کریم النفسی، علمی وجاہت اور اخلاق عالیہ کا اسیر بنا رکھا تھا لیکن جب وعدہ ازلی آن پہنچا تو پھر اقلیم فضل وکمال کا یہ بے تاج بادشاہ بھی اللھم لبیک کی صدا لگاتے ہوئے دار الخلد میں جانشین ہوتا ہے لیکن جاتے کس سج دھج سے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہو۔

ذی قعدہ ۱۱۳۰ھ-۱۷۵۰ء سے ہی اپنے سانحہ ارتحال کی خبر دینا شروع کر دی تھی اور چاہتے تھے کہ اپنے وطن مالوف میں ہی وفات ہو لیکن قضاء وقدر کی مصلحت اس کے خلاف تھی ۸ ذی قعدہ کو حسب عادت طلباء کو درس دیا۔ دیگر معمولات بخیر وخوبی انجام دیئے نصف شب کے قریب، سینے میں درد محسوس کی جو بڑھتے بڑھتے پہلو میں بھی ہونے لگی فرزند عبد القادر قریب ہی تھے۔ انہیں بلا کر بتایا ہے کہ وقت آخر قریب ہے اور یہ کہہ کر جامع مسجد کے جنوبی دلان میں جا کر لیٹ گئے کلمہ طیبہ ورد زبان تھا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔(46)''

ملا عبد القادر کا بیان ہے کہ وصال کی شب ایک ٹوٹے ہوئے ستارے کو دیکھ کر کہنے لگے کہ آج کوئی بہت بڑا عالم وفاضل اس جہاں سے رخصت ہونے والا ہے اور یہ سچ ثابت ہوا۔''

تدفین:

۹ ذی قعدہ ۱۱۳۰ھ کو تکیہ میر محمد شفیع میں مرحوم مولانا جیونؒ کو امانتاً دفن کیا گیا اور اس کے بعد تقریباً پچاس دن گزرنے پر ۱۴ محرم الحرام ۱۱۳۱ھ کو میت نکال کر تابوت کے ذریعہ امیٹھی منتقل کی گئی اور وہاں قدیم مدرسہ اسلامیہ سے ملحقہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔(47)

مادہ ہائے تاریخِ وفات:

قبر پر '' یتم نعمته علیک '' کی لوح نصیب کی گئی ہے۔(۱۱۳۰ھ-۱۷۱۸ء) تاریخ کندہ ہے۔(48)

مفتی لکھنو شیخ تابع محمدؒ جو آپ کے شاگرد اور استاد زادے بھی تھے انہوں نے اپنے استاذ کی رحلت پر اپنے قلبی احساسات کا اظہار کرتے ہوئے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کیا۔

محیط علم آن مولائے اعظم ... باحمد عرف جیون شد معلم
جہاں را روشنی زاں شمع دیں بود ... بعلم ظاہر و باطن مسلم
جو رحلت کرد در ذی قعدہ تاسع ... بوصل دوست خود گشتہ مکرم
بتاریخش خرد داد بگوشم ... ندا از کامل و فیاض عالم

مولوی فقیر محمد جہلمی نے خورشید اوج سے تاریخ وفات نکالی ہے۔(49)

معروف تذکرہ نویس مولانا مفتی غلام سرور لاہور نے درج ذیل قطع تاریخ وفات کہا۔

شیخ احمد چون بفضل ایزدی ... شد ازیں دنیا بخت بار یاب
محمدی حق شیخ احمد وصل او نیز شیخ احمد عالی جناب(50)

اولاد:

حضرت ملا جیونؒ کے چار صاحبزادے تھے ملا عبدالقادر، شیخ محمد، شیخ عبدالصمد اور شیخ عبدالباسط یہ سب کے سب صاحب علم وفضل اور نیک و پاکیزہ باطن تھے۔(51)

تصانیف:

حضرت ملا جیونؒ کی زندگی کا زیادہ حصہ درس و تدریس اور کچھ سفر میں گزرا مگر ان تمام تر سرگرمیوں کے باوجود انہوں نے زمانہ طالب علمی میں ہی قلم وقرطاس سے جو رشتہ قائم کیا تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اور گہرا ہوتا چلا گیا۔ یوں جہاں آپ نے ہزاروں تلامذہ کی صورت میں رجال دین کو تیار کیا وہاں انہوں نے اپنی مستقل تصانیف کی صورت میں بھی صدقہ جاریہ اپنے پیچھے چھوڑا۔

ذیل میں حضرت ملا جیون کی اب تک معلومہ کتب کے نام اور مختصر تعارف ملاحظہ ہو۔

۱۔ آداب احمدی، حضرت ملا جیون کی سب سے پہلی تصنیف جو انہوں نے اس وقت لکھی جب ان کی عمر صرف تیرہ سال تھی۔ اسی سال ان کو والد کی جدائی کا غم بھی سہنا پڑا تھا۔ کتاب بنیادی طور پر سلوک وتصوف اور آداب واخلاق سے متعلق ہے۔

۲۔ خطبات جمعہ وعیدین ملا جیون نے اپنے زمانہ، طالب علمی میں ہی یہ خطبات مرتب کئے یہ بڑی فصیح و بلیغ عربی زبان میں تھے۔ ان خطبات کے پڑھنے سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ ملا موصوف کو

اوائل عمری میں ہی عربی زبان وادب پر کس قدر عبور حاصل تھا۔

۳۔خلاصہ وانتخاب شاطبی: علم قرأت وتجوید میں شاطبی کے منتخبات کا مجموعہ ہے۔

۴۔مثنوی فارسی: ملا جیون سرمستِ بادہ توحید تھے۔جن کو علوم ظاہری میں کمال حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ علوم باطنی و روحانی میں بھی دستگاہ حاصل تھی۔عشق و بے خودی کے عالم میں باطنی کیفیات ان پر طاری رہتی تھیں۔انہیں باطنی کیفیات کا اظہار انہوں نے اپنی فارسی مثنوی میں کیا ہے۔فاضل ملا جیون کے اپنے بقول یہ مثنوی پچیس ہزار اشعار پر مشتمل تھی جن کو مولانا رومؒ کے تتبع میں چھ دفتروں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

۵۔دیوان فارسی: فارسی زبان میں دیوان حافظ کے نہج پر پانچ ہزار اشعار کا ایک مجموعہ جو ملا جیون نے مرتب کیا۔

۶۔قصیدہ نعت: قصیدہ بردہ شریف کی طرز پر دوسو سات اشعار پر مشتمل عربی کی طویل نعت بارگاہِ نبوت میں ملاجیونؒ کا ارمغان نیاز ہے۔اس قصیدہ کی عربی شرح بھی موصوف نے خود ہی لکھی۔

۷۔نور الانوار فی شرح المنار: اصول احناف پر ابوالبرکات عبداللہ نسفی کی کتاب المنار جو متن متین کی حیثیت رکھتا ہے۔ملا جیون موصوف نے حجاز مقدس میں اپنی پہلی حاضر کے موقعہ پر مدینۃ الرسول ﷺ کی پاکیزہ فضاؤں میں صرف دو ماہ کی قلیل مدت میں لکھی۔اللہ تعالیٰ نے موصوف کی اس کتاب کو اس قدر مقبولیت سے نوازا کہ شروع دن سے ہی یہ علوم دینیہ درسیہ کے نصاب میں شامل کی گئی۔علماء نے اس کو سرمہ چشم بنایا۔اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔اور مختلف زبانوں میں اس کی شروحات، حواشی اور خلاصہ جات لکھے گئے۔کتاب اپنے اسلوب بیان، ندرت کلام اور بیان و معانی کے اعتبار سے نادر علمی صحیفہ ہے۔

۸۔مناقب الاولیاء: اس کتاب میں مصنف ملا جیون نے اپنے خاندانی بزرگوں اور اپنی ستر سالہ زندگی کی داستان یعنی اپنی خودنوشت سوانح عمری لکھی ہے۔اس کتاب کا تکملہ انکے وصال کے بعد ان کے فرزند ملا عبدالقادر نے لکھ کر اس کی تکمیل کی۔یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اس کا ایک قلمی نسخہ بقلم عاشق مکتوبہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۸ء کتب خانہ دارالمصنفین لکھنو میں محفوظ ہے۔

۹۔سوانح: ملا جامیؒ کی لوائح کی طرز پر لکھا گیا رسالہ سوانح ہے جو آج کل نایاب ہے۔

☆احذر کلمة (سوف) وتاخیر الاعمال والتسویف باداء الواجب فان هذا اول الفشل والاخفاق۔☆

۱۰۔ التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ: قرآن مجید کی آیات احکام کی تفسیر پر مشتمل یہ کتاب ملا جیون کی علمی فتوحات کی حامل لازوال کتاب ہے، اس میں خاص طور پر ان آیات سے زیادہ اعتنا کیا گیا ہے جس سے فقہی احکام مستنبط ہوتے ہیں یہ بھی موصوف کی زمانہ طالب علمی کی علمی یادگار ہے۔ اس کو فاضل مصنف نے اس وقت شروع کیا تھا جب وہ ابھی حسامی پڑھ رہے اور ان کی عمر صرف سولہ سال تھی پانچ سال اس کی تسوید پر صرف ہوئے اور اکیس سال کی عمر میں انہوں نے اس نادر علمی شاہکار کو مکمل کیا۔

پاکستان میں طلبہ کے کردار پر بہترین کتاب

انجمن طلبہ اسلام

☆

نظریات......جدوجہد......اثرات

۱۹۶۸.........۱۹۱۳ء

صفحات ۷۶۰ قیمت صرف ۸۰۰ روپے

ترتیب وتدوین وتحقیق: معین الدین نوری

ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی

0300-3589836 moinnoori@gmail.com

☆اترك التردد في اتخاذ القرار وإياك والتذبذب في المواقف بل اجزم واعزم وتقدم.☆

حوالہ جات

(1) احمد جیون، ملا، مناقب الاولیاء، قلمی کتب خانہ دارالمصنفین اعظم گڑھ، ص:۲۳، بحوالہ، محمد عارف اعظمی عمری تذکرہ مفسرین ہند،۱:۱۱۷، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، طبع دوم مئی ۶۰۰۲ء

(2) منشی نولکشور لکھنو، تذکرہ علمائے ہند، ص:۵۴، مطبوعہ، طبع دوم ۴۱۹۱ء

(3) دائرہ معارف اسلامیہ، ۸:۵۳۱

(4) التفسیرات الاحمدیہ، ص:۲۴۷، مکتبہ الحرم اردو بازار، س ن

(5) محمد طفیل ڈاکٹر، مقالہ التفسیرات الاحمدیہ، مشمولہ فکر ونظر، اسلام آباد جلد، ۶۳، شمارہ، ۳،۴، ص:۶۱۲ جنوری۔ مارچ ۹۹۹۱ء، اپریل۔ جون ۹۹۹۱ء

(6) اختر راھی، پروفیسر، تذکرہ مصنفین درس نظامی، ص:۰۵، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ۸۷۹۱ء

(7) قنوجی صدیق حسن، ابجد العلوم، جلد۳، ص:۵۳۲

(8) بھٹی محمد اسحاق مولانا، برصغیر پاک وہند میں علم فقہ، ص:۰۱۳

(9) ندوی، عبدالحئی، مولانا سید، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، ص:۲۴، مترجم، اسلامی علوم وفنون ہندوستان مترجم، ابوالعرفان ندوی، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، طبع، ۹۰۰۲ء، ہندوستان

(10) قنوجی، صدیق الحسن نواب، ابجد العلوم، جلد:۳، ص:۲۶۲

(11) ایضاً، ص:۰۷۲

(12) ایضاً، ص:۰۱۳

(13) بھٹی محمد اسحاق بھٹی، برصغیر پاک وہند میں علم فقہ، ص:۸۔۷۵۲

(14) رحمان علی مولوی، تذکرہ علمائے ہند، ص:۵۴

(15) التفسیرات الاحمدیہ، خاتمہ المولف، ص:۲۴۷

(16) تذکرہ مفسرین ہند، حصہ اول، ص:۹۱۱

(17) لکھنوی، عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ۵:۱۹۶، دار ابن حزم س۔ن

(18) لاہوری غلام سرور مفتی خزینۃ الاصفیاء، مترجم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ص:۵۵۳ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۳۸۹۱ء

(19) شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، ص:۷۶۴، طبع الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور،

طبع ہشتم، س ن

(20) 1۔اختر راہی پروفیسر، تذکرہ مصنفین درس نظامی، ص:۱۵

2۔ساجد الرحمٰن، ڈاکٹر، صاحبزادہ، نظر وفکر، جنوری تا جون ۹۹ء، ص:۱۲

3۔سندھیلوی علی احمد مولانا، ملاجیون کی دینی وقومی خدمات، قلمی، ص:۹

4۔لکھنوی عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ۵:۱۹۶

5۔الحسینی محمد زاہد قاضی، تذکرۃ المفسرین، ص:۵۷۲، دارالارشاد اٹک ۱۴۲۵ھ

6۔جہلمی، فقیر محمد مولوی، حدائق حنفیہ، ص:۵۵۴، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ لاہور

7۔اعظمی محمد عارف عمری، تذکرہ مفسرین ہند، ۱:۱۲۱

8۔بزمی انصاری، مقالہ، "ملاجیون" مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۷:۵۰۶، جامعہ پنجاب

9۔گنگوہی محمد حنیف، ظفر المحصلین فی احوال المصنفین ص:۸۱۲، دارالاشاعت کراچی، س ن

10۔بھٹی محمد اسحاق، ، فقہائے ہند، ۵:۷۹، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

(21)۔1۔سندیلوی علی احمد مولانا، ملاجیون کی دینی وقومی خدمات، قلمی، ص:۹

2۔اعظمی محمد عارف عمری، تذکرہ مفسرین ہند، ۱:۱۲۱

3۔لکھنوی عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ۵:۱۹۶

(22) تذکرہ مفسرین ہند، ۱:۲۲۱

(23) ملااحمد جیون، نور الانوار، ص:۳، مطبع علمی لاہور، س ن

(24) ملااحمد جیون، نور الانوار، ص:۳۱۳، مطبع علمی لاہور، س ن

(25) لکھنوی، عبدالحی مولانا، نزہۃ الخواطر، جلد، ۵، ص:۱۹۶

(26) اعظمی محمد عارف عمری، تذکرہ مفسرین ہند، حصہ اول، ص:۳۲۱

(27) لکھنوی عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ۵:۱۹۶

(28) لکھنوی عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ۵:۱۹۶

(29) عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ۵:۱۹۶

(30) اعظمی عارف عمری، تذکرہ مفسرین ہند، حصہ اول، ۳۲۱

(31) عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ۵:۱۹۶

(32) سندیلوی علی احمد، ملاجیون کی دینی وقومی خدمات، ۵۱

(33) اعظمی عارف عمری، تذکرہ مفسرین ہند، حصہ اول، ۳۲۱

(34) عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ۵:۱۹۶

(35) فکرونظر، جنوری تا جون، ۱۹۹۹ء، ص:۲۲۲

(36) ہاشمی حمید احمد ڈاکٹر، سمیع الحق ڈاکٹر، مقالہ التفسیر الفقہی فی شبہ القارۃ الہندیۃ، النشاۃ والخصائص مشمولہ القلم، جلد اول؛ شمارہ ۲، ص:۲۵۸، جامعہ پنجاب لاہور، دسمبر ۲۰۱۰

(37) عمری محمد عارف اعظمی، تذکرہ مفسرین ہند، ۱:۱۲۷

(38) بھٹی محمد اسحاق مولانا، فقہاء ہند، ۵:۹۹

(39) محمد عادل خاں قاری، محمد فاضل خاں مولانا، مترجم تفسیرات احمدیہ، ص:۱۹، قرآن کمپنی لمیٹڈ لاہور، س۔ن

(40) رضوی برکت علی نقشبندی، التحفۃ الصمدیۃ فی ترجمۃ التفسیرات الاحمدیہ، ص:۲۵، جامع مسجد نور ماموں کانجن ضلع فیصل آباد، اکتوبر، ۲۰۰۷ء

(41) چشتی ملک محمد بوستان، مکتوب بنام راقم، از بھیرہ، محررہ، ۱۹ دسمبر ۲۰۱۳

(42) سندیلوی علی احمد مفتی۔ ملاجیونؒ کی دینی وعلمی خدمات، ص:۱۳، غیر مطبوعہ

(43) عمری محمد عارف اعظمی، تذکرہ مفسرین ہند، ص:۱۲۶

(44) قنوجی صدیق نواب، ابجد العلوم، جلد:۳، ص:۳۲۵، مکتبہ الاثریہ، جہلم، س۔ن

(45) قنوجی، ابجد العلوم، ج:۳، ص:۱۲۲

(46) اختر راہی، پروفیسر، تذکرہ مصنفین درس نظامی، ص:۲۵

(47) گنگوہی محمد حنیف، مولانا، ظفر المحصلین، ص:۲۱۹، دار الاشاعت کراچی

(48) اختر راہی پروفیسر، تذکرہ مصنفین درس نظامی، ص:۳۵، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور

(49) اعظمی محمد عارف عمری، تذکرہ مفسرین ہند، ۱:۱۲۵

(50) لاہوری، غلام سرور مفتی، خزینۃ الاصفیاء، مخزن ہفتم، ص:۳۵۵

(51) تذکرہ مفسرین ہند، حصہ اول:۱۲۵